

مضمون: قدرِ ایاز

مصنف: کرنل محمد خان

مصنف کا تعارف:

کرنل محمد خان کا شمار پاکستان کے نامور اور جدید مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے فوج میں بھی خدمات انجام دیں اور پھر ترقی کر کے کرنل کے عہدے پر فائز ہو گئے اور اس طرح کرنل کا عہدہ ان کے نام کا حصہ بن گیا۔ ان کی مزاحیہ تحریروں میں شگفتگی اور برجستگی نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔ آپ روزمرہ واقعات سے واقعاتی مزاح پیدا کرتے ہیں۔ آپ صورتِ حال کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ واقعات سے مزاح پیدا کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں کہانی کا انداز اور کرداری مزاح ہوتا ہے، کرداروں کی مدد سے مزاح پیدا کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں ان کا وسیع مطالعہ اور مشاہدہ دکھائی دیتا ہے۔ کرنل محمد خان کا تعلق روایتی دیہی ماحول سے تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں دیہی ماحول کا ذکر بہت زیادہ ملتا ہے۔ ان کی تحریر میں شہری اور دیہی ماحول کا فرق بھی دکھائی دیتا ہے۔ ان کی تحریروں مقصدیت اور اخلاقی نصیحت ہوتی ہے اور طنز و مزاح کے ذریعے حقیقت پسندی اور سماجی ناہمواریوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی تحریروں میں انسانی نفسیات اور رویوں کا بیان میں پایا جاتا ہے۔

سبق کا تعارف اور مرکزی خیال:

قدرِ ایاز، کرنل محمد خان کی ایک مزاحیہ تحریر ہے جس میں انھوں نے ایک تاریخی شخصیت سلطان محمود غزنوی کے ایک مخلص اور وفادار ملازم ایاز کو بطور تلمیح استعمال کرتے ہوئے قارئین کو اخلاقی نصیحت اور درس دیا ہے کہ کم مرتبے اور کم حیثیت کے لوگ بھی اپنی وفاداری، خلوص اور ذہانت کی وجہ سے قابل احترام ہوتے ہیں اور ہمیں ان کی قدر کرنی چاہیے جس طرح محمود غزنوی اپنے وفادار اور ذہین خادم ایاز کی قدر کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ مصنف نے اپنی اس تحریر کو قدرِ ایاز کا نام دیا ہے یعنی ایاز جیسے وفادار، مخلص اور اپنی اصلیت کو یاد رکھنے والے لوگوں کی قدر اور مقام کو سمجھیں۔ اس تحریر کے ذریعے مصنف نے اس بات پر بھی روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ انسان کو اپنا ماضی اور اپنی اصلیت و حیثیت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے۔ انسان اگر اپنا ماضی اور اپنی حقیقت کو یاد رکھتا ہے تو وہ غرور اور تکبر سے محفوظ رہتا ہے اور اس طرح اس میں عاجزی اور انکسار پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ دوسروں کو کم تر اور حقیر نہیں سمجھتا۔ مصنف نے اپنی اس تحریر کے ذریعے یہ بتایا ہے کہ انسان کی قدر و قیمت اس کے خلوص، محنت، وفاداری اور اصلیت پر منحصر ہے نہ کہ ظاہری حلیے اور بناوٹ پر۔

کر نل محمد خان نے اس مزاحیہ تحریر کے ذریعے اپنے بنگلے کی عمارت اور اس میں موجود چیزوں کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ قاری اسے پڑھ کر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس تحریر میں انھوں نے شہری اور دیہی ماحول، وہاں کے رہن سہن اور عادات و اطوار کے فرق کو بھی سادہ لیکن مزاحیہ انداز میں بیان کیا ہے۔ شہری زندگی کے منفی پہلو بیان کئے گئے ہیں اور دوسری طرف دیہات کے لوگوں کی سادہ طبیعت، سادہ زندگی اور محبت و اخلاص کا ذکر بھی کیا ہے۔ مصنف نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے انسان کا ظاہری حلیہ، لباس اور رہن سہن اہم نہیں ہے بلکہ اس کا کردار، اخلاق اور عمل اہم ہوتا ہے۔ مال و دولت، گھر، آسائش کا سامان اور اچھا لباس انسان کو بڑا نہیں بناتا انسان اپنے کردار اور اچھے اخلاق سے بڑا بنتا ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے یہ بھی اخلاقی پیغام دیا ہے کہ انسان ترقی کر کے کتنے ہی بڑے عہدے اور مقام پر کیوں نہ پہنچ جائے اسے ہمیشہ اپنا ماضی اور حیثیت یاد رکھنی چاہیے۔

سبق کے اہم نکات:

- اپنا ماضی اور حیثیت نہ بھولیں
- کسی کو کم تر اور حقیر نہ سمجھیں
- اپنی دولت اور شان و شوکت پر غرور نہ کریں
- ظاہری چیزوں کو اہمیت نہیں دینی چاہیے اور دکھاوا نہیں کرنا چاہیے
- عزت نفس اور احترام انسانیت
- شہری اور دیہاتی زندگی کا فرق
- شہری زندگی میں دکھاوا اور مصنوعی پن
- ظاہری چیزوں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے
- اخلاص کی کمی اور بے جا آزادی
- دیہات کے لوگ فطرت کے قریب ہوتے ہیں
- دیہات میں اخلاص، سادگی، محبت اور مہمان نوازی بہت زیادہ ہوتی ہے
- انسانی نفسیات اور سماجی ناہمواریوں کا ذکر کیا ہے

- مقصدیت، اخلاقی درس اور حقیقت پسندی
- منظر نگاری، مکالمہ نگاری، تسلسل و روانی، جذباتی پہلو اور تجسس

مضمون کے اہم فکری نکات اور فنی محاسن:

دیہی اور شہری زندگی کا موازنہ:

قدرِ ایاز میں مصنف نے دیہاتی زندگی کی خوب عکاسی کی ہے اور مشرقی اور مغربی روایت کا نہایت خوبصورت امتزاج بھی پیش کیا ہے۔ انہوں نے طنز و مزاح کے ذریعے دیہی اور شہری زندگی کے درمیان فرق کو بڑے بھرپور انداز میں واضح کیا ہے۔ مصنف نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے دیہاتی لوگوں میں شہری لوگوں کے مقابلے میں خلوص، محبت اور مہمان نوازی زیادہ ہوتی۔ دیہاتی لوگوں کی طرزِ زندگی نہایت سادہ ہوتی ہے اور لوگوں میں دکھاوا اور مصنوعی پن نہیں ہوتا۔ دیہاتی لوگ مشرقی روایات کی پابندی بھی کرتے ہیں۔ مصنف گاؤں کی چوپال کی منظر کشی کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:

”چوپال کے دو حصے تھے۔ ایک میں گھوڑی بندھی تھی اور دوسری کے عین مرکز میں آتش دان تھا، جس کی آگ کے شعلے اور دھواں بیک وقت بلند ہو کر چوپال میں روشنی اور تاریکی پھیلا رہے تھے۔ آتش دان کے ارد گرد خشک گھاس کا نرم اور گرم فرش تھا، جسے مقامی بولی میں ”سھر“ کہتے تھے۔“

ایک اور جگہ مصنف گاؤں کے لوگوں کی مہمان نوازی کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں:

”پھر ماسٹر جی کے لیے بستر لگایا گیا۔ چودھری نے ان کے لیے اکلوتی ریشمی رضائی نکلوادی اور وہ سفید جھالروالا تکیہ بھی، جس کے غلاف پر بارہ سنگھے کی تصویر کڑھی ہوئی تھی۔“

مصنف دیہاتیوں کے سادہ زندگی کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں:

”بھئی گاؤں کے اکثر لوگ مسجد کے غسل خانوں ہی میں نہاتے ہیں۔۔۔ دیہاتی گھروں میں ہر کام کے لیے علیحدہ خانے کم ہی ہوتے ہیں۔“

مصنف مغربی روایات پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”بیٹا! دیہاتی لوگ اتنے مہذب نہیں ہوتے کہ ڈرائنگ روم میں کتے لے آئیں۔ وہ گھوڑوں ہی سے گزارہ کر لیتے ہیں۔“

ملازمین کے ساتھ اچھا سلوک:

کر نل محمد خان نے ”قدرِ ایاز“ کے ذریعے اس اخلاقی قدر کو ابھارنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ کسی کو کم تر اور حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اپنے ملازمین کے ساتھ بہتر سلوک کرنا چاہیے۔ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر دینا چاہیے۔ مصنف کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلیم نے علی بخش کے ساتھ بد تمیزی کی ہے اور اس کی وفاداری اور اخلاص کی قدر نہیں کی تو مصنف نے اپنے بیٹے کو اپنا واقعہ سنایا تاکہ دیہاتیوں کے بارے میں اس کی سوچ مثبت ہو سکے اور علی بخش کے دل کو بھی اطمینان مل سکے۔ اس طرح مصنف نے اپنے بیٹے کی اصلاح بھی کر لی، علی بخش اور سلیم دونوں کے درمیان جو خلائش تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔

”ایک تھا دیہاتی لڑکا جو اپنے گاؤں سے پرائمری پاس کرنے کے بعد ایک شہر کے ہائی اسکول میں جاداخل ہوا۔ اپنے گاؤں میں تو وہ چھوٹا موٹا چودھری یا چودھری کا بیٹا تھا لیکن تھا ٹھیکہ دیہاتی۔ پہلے دن کلاس میں گیا تو ننگے سر پر صافہ باندھ رکھا تھا۔ بدن پر کرتا اور پاؤں میں پوٹھوہاری جوتا۔“

نوجوانوں کے لیے نصیحت:

اس تحریر کے ذریعے مصنف نے یہ بتایا ہے کہ آج کی نوجوان نسل جو شہروں میں زندگی گزارتی ہے دیہاتیوں کی سادگی اور شرافت کا مذاق اڑاتی ہے اور انہیں بد تمیز اور گنوار سمجھتی ہے۔ مصنف نے اپنے بیٹے سلیم کو بغیر ڈانٹے نہایت ہی خوبصورت انداز ایک دیہاتی لڑکے چھوٹے چودھری کی کہانی سنا کر یہ سمجھایا کہ ظاہری دکھاوا کوئی چیز نہیں اصل چیز انسان کا باطن ہے۔ دیہات کے لوگ بھی محنت کر کے ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔

مصنف یہ بتا رہے ہیں آج کی نوجوان نسل مشرقی روایات پر عمل کرنے میں شرمندگی محسوس کرتی ہے اور اپنی روایتی چیزوں کو کم تر سمجھتی ہے۔ ان کے نزدیک ظاہری چیزیں جیسے کہ صوفے، کرسیاں ڈرائنگ روم، کوکا کولا اور چائے وغیرہ ہی کو سب کچھ ہے۔ انہیں لگتا ہے کہ ان چیزوں کے بغیر لوگ انہیں دیہاتی اور جنگلی سمجھیں گے۔

طبقات اور روایات کی کشمکش:

آج کے جدید دور میں لوگ دولت اور وسائل کے بنیاد پر تقسیم ہو گئے ہیں۔ شہروں میں رہنے والے امیر لوگ جو مغربی ثقافت کو اپناتے ہوئے پیٹ شریٹ اور کوٹ پہنتے ہیں، کرسیوں اور صوفوں پر بیٹھتے ہیں خود کو پڑھا لکھا اور مہذب سمجھتے ہیں جب کہ ایک غریب اور سادہ لوح انسان کو دیہاتی، گنوار اور غیر مہذب سمجھا جاتا ہے۔ انسان کے اخلاق اور کردار سے زیادہ اس کے حلیے اور ظاہری شان و شوکت کو اہمیت دی جاتی ہے۔ مال و دولت اور ظاہری شان و شوکت پر رشک کیا جاتا ہے۔

” الغرض ہمیں نہیں تو ہمارے ملنے والوں کو ہماری فارغ البالی کارشک اور احساس ہوتا تھا۔ بلکہ ہمارے بچوں نے بھی اس مصنوعی بارغ البالی کی مرصع جالی کے پیچھے کبھی نہ جھانکا تھا اور جالی کے فرنٹ ویو پر ناز کرنے میں حق بجانب تھے اور کرتے تھے۔“

اسلوب نگاری یا طرزِ تحریر کی خصوصیات:

واقعاتی مزاح:

آپ روزمرہ واقعات سے واقعاتی مزاح پیدا کرتے ہیں۔ آپ صورتِ حال کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ واقعات سے مزاح پیدا کرتے ہیں۔ واقعات میں تسلسل اور روانی پائی جاتی ہے۔ ان کی تحریر میں کہانی کا انداز اور تجسس بھی پایا جاتا ہے۔ قدرِ ایاز میں کرئل محمد خان نے مختلف واقعات کے ذریعے مزاح پیدا کیا ہے۔ مثلاً مصنف نے ماسٹر جی کا چھوٹے چودھری کے گھر مہمان بننے کا واقعہ اور چھوٹے چودھری کا شہر کے اسکول جانے کا واقعہ نہایت دلچسپ اور مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔

کرداری مزاج:

قدرِ ایاز میں مصنف نے کرداروں کی مدد سے مزاج پیدا کیا ہے۔ چھوٹے چودھری کا کردار ایک مزاحیہ کردار ہے۔ مصنف نے کرداروں کے دلچسپ اور مزاحیہ مکالموں کے ذریعے مزاج پیدا کیا ہے۔ مصنف نے طنز و مزاح کی ذریعے اخلاقی اقدار، عزتِ نفس اور احترامِ انسانیت کا درس دیا ہے۔

مقصدی مزاج:

قدرِ ایاز میں کرنل محمد خان نے اصلاح کا پہلو سامنے رکھتے ہوئے مزاج کیا ہے اس لیے ان کا مزاج مقصدی مزاج ہے۔ اس کہانی میں انھوں اپنا واقعہ سناتے ہوئے خود کو مذاق کا نشانہ بنایا اور اپنے بیٹے سلیم کے دل میں دیہاتیوں کی عزت پیدا کرنے کی کامیاب کوشش بھی کی ہے اور دیہاتیوں کے بارے میں سلیم کی منفی سوچ کو بدلنے میں بھی کامیاب ہوئے۔

لب و لہجہ:

قدرِ ایاز میں مصنف کا لہجہ بہت دھیمہ ہے۔ مصنف بہت ہی دھیمے انداز میں اپنے بیٹے کے سوالوں کا جب دیتے ہیں جب ان کا بیٹا سلیم بات بات پر دیہاتیوں کے رہن سہن پر طنز کر رہا تھا اور ان کا مذاق اڑا رہا تھا۔ اس کہانی میں مصنف نے دھیمے انداز میں طنز کرتے ہوئے سلیم اصلاح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

اسلوب:

کرنل محمد خان اپنے دور کے ذہین مزاج نگار تھے۔ ان کی تحریروں میں بے تکلفی ایسی ہوتی ہے کہ لگتا ہے جیسے وہ قاری سے بات کر رہے ہیں اور قاری کو اپنے ساتھ لیے پھر رہے ہیں۔ ان کی تحریر میں شائستہ زبان استعمال ہوتی ہے اور شگفتگی ایسی ہوتی ہے کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ مصنف نے قدرِ ایاز میں الفاظ اور تراکیب انوکھے انداز میں استعمال کر مزاج پیدا کیا ہے۔

”نہیں پلائی تو چائے ہی تھی، لیکن وہ ایسی کامیاب چائے نہ تھی۔“

”یعنی چائے کی لسی بنادی۔“

اس کے علاوہ وہ اپنے ہنگلے کے بارے میں بات کرتے ہوئے اسے لاشریک بنگلا کہہ کر مزاح پیدا کرتے ہیں۔ مصنف نے اپنی تحریر میں پنجابی الفاظ اور جملوں کے استعمال سے مزاح پیدا کیا ہے۔ ایک جگہ مصنف لکھتے ہیں: ”ستھن تے کڑیاں پاؤندیاں نے“ اسی طرح انھوں نے ایک اور جگہ ”آؤ جی خیر نال“ جیسے پنجابی الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

منظر نگاری:

کرنل محمد خان کا مشاہدہ بہت وسیع تھا اس لیے ان کی تحریر میں جزئیات نگاری اور منظر نگاری دکھائی دیتی ہے۔ قدرِ ایاز میں انھوں نے گاؤں کی چوپال کی بھرپور منظر کشی ہے۔

”چوپال کے دو حصے تھے۔ ایک میں گھوڑی بندھی تھی اور دوسری کے عین مرکز میں آتش دان تھا، جس کی آگ کے شعلے اور دھواں بیک وقت بلند ہو کر چوپال میں روشنی اور تاریکی پھیلا رہے تھے۔ آتش دان کے ارد گرد خشک گھاس کا نرم اور گرم فرش تھا، جسے مقامی بولی میں ”ستھر“ کہتے تھے۔“

قدرِ ایاز کے ذریعے کرنل محمد خان نے اخلاقی اقدار کا درس دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ مصنف نے منظر نگاری، مکالمہ نگاری، تسلسل و روانی، جذباتی پہلو اور تجسس کے ذریعے اپنی تحریر کو چار چاند لگا دیے ہیں اور اس کا لطف دو بالا کر دیا ہے۔ مصنف نے ”ایاز“ کی تبلیغ استعمال کر کے ہر دور کے ایاز کی عزت نفس اور احترام انسانیت کی نصیحت کی ہے۔

”سلیم اور علی بخش دونوں کی آنکھیں نم تھیں اور دونوں کی آنکھوں میں ایک دیہاتی کے لیے محبت کی چمک تھی۔ ایاز اپنے اصلی لباس میں بھی ایسا معیوب نظر نہیں آتا تھا!

## قدرِ ایاز

### خلاصہ

قدرِ ایاز، کرنل محمد خان کی ایک مزاحیہ تحریر ہے جس میں انھوں نے ایک تاریخی شخصیت سلطان محمود غزنوی کے ایک مخلص اور وفادار ملازم ایاز کو بطور تلمیح استعمال کرتے ہوئے قارئین کو اخلاقی نصیحت اور درس دیا ہے کہ کم مرتبے اور کم حیثیت کے لوگ بھی اپنی وفاداری، خلوص اور ذہانت کی وجہ سے قابل احترام ہوتے ہیں اور ہمیں ان کی قدر کرنی چاہیے جس طرح محمود غزنوی اپنے وفادار اور ذہین خادم ایاز کی قدر کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ مصنف نے اپنی اس تحریر کو قدرِ ایاز کا نام دیا ہے یعنی ایاز جیسے وفادار، مخلص اور اپنی اصلیت کو یاد رکھنے والے لوگوں کی قدر اور مقام کو سمجھیں۔

مصنف قدرِ ایاز کے شروع میں اپنے بنگلے کے بارے میں بات کرتے ہوئے اس کی وسعت کو مزاحیہ انداز میں پیش کرتے ہیں کہ ان کا لالا شریک بنگلا ولسن روڈ پر ہے اس بنگلے کی تعمیر میں چھاؤنی کے کچھ دوسرے بنگلوں کا بھی خون شامل ہے۔ اپنی تحریر کو آگے بڑھاتے ہوئے مصنف اپنے بیٹے سلیم اور اس کی مصروفیات کے بارے میں بتاتے ہیں اور پھر اس کے بعد کرنل صاحب کے پرانے اور وفادار ملازم علی بخش اور سلیم کے جھگڑے کا ذکر آتا ہے۔ علی بخش مصنف کو بتاتے ہیں کہ سلیم نے انھیں دیہاتی، بدتمیز اور گنوار کہا ہے کیوں کہ سلیم کا دوست امجد جب سلیم کی غیر موجودگی میں گھر آیا تو علی بخش نے اسے ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لیے نہیں کہا اور اسے کوکا کولا دینے کے بجائے صرف ٹھنڈا پانی دیا۔ سلیم کو لگا کہ علی بخش کی وجہ سے سلیم کا دوست امجد انھیں دیہاتی اور جنگلی سمجھے گا۔

مصنف کو یہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ دیہات میں رہنے والے سادہ اور شریف لوگوں کے بارے میں سلیم کی سوچ منفی اور غلط ہے اس لیے مصنف سلیم کی اصلاح کرنے کے لیے علی بخش کے دل کو اطمینان دلانے کے لیے سلیم اور علی بخش کو ایک دیہاتی لڑکے، چھوٹے چودھری، کا واقعہ سناتے ہیں کہ کس طرح ایک گاؤں کے ماحول میں رہنے والا دیہاتی لڑکا لوگوں کے مذاق اڑانے کے باوجود شہر میں جا کر تعلیم حاصل کرتا ہے اور پھر اپنی محنت کے بل پوتے پر فوج میں بڑا افسر بن جاتا ہے۔ کہانی کے آخر میں جب سلیم اس دیہاتی لڑکے سے ملنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے تو اس وقت مصنف سلیم کو اس حقیقت کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ دیہاتی لڑکا کوئی اور نہیں بلکہ مصنف خود ہے تو سلیم کی آنکھوں میں شرمندگی کی وجہ سے آنسو آ جاتے ہیں اور علی بخش آنکھوں میں شکر گزاری کے آنسو ہوتے ہیں کہ کس طرح مصنف نے علی بخش کی قدر کی اور اسے عزت بخشی۔



قدرِ ایاز کے ذریعے کرنل محمد خان نے اخلاقی اقدار کا درس دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ مصنف نے منظر نگاری، مکالمہ نگاری، تسلسل و روانی، جذباتی پہلو اور تجسس کے ذریعے اپنی تحریر کو چار چاند لگا دیے ہیں اور اس کا لطف دو بالا کر دیا ہے۔ مصنف نے ”ایاز“ کی تبلیغ استعمال کر کے ہر دور کے ایاز کی عزت نفس اور احترام انسانیت کی نصیحت کی ہے۔

”سلیم اور علی بخش دونوں کی آنکھیں نم تھیں اور دونوں کی آنکھوں میں ایک دیہاتی کے لیے محبت کی چمک تھی۔ ایاز اپنے اصلی لباس میں بھی ایسا معیوب نظر نہیں آتا تھا!